سورہ روم　　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○　　　ایت نمبر (۳۱-۳۲)

وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ○ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا ؕ کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ ○

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعۃ المبارک

[۱۷ صفر ۱۴۳۲ھ بمطابق 21 جنوری 2011]

عنوان

مسکراہٹیں بانٹیے

زیر اہتمام: شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اثاری سروبہ لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت لسانیت فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کیلئے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہر انسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہذا ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نور قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری اپنی کوتاہی ہے اس ادنیٰ سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

بتعاون: محترم جاوید اختر جوہری صاحب صدر جوہری ٹرسٹ

اب آپ خطبہ جمعۃ المبارک انٹرنیٹ پر بھی دیکھ سکتے ہیں:

www.Johritrust.org

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْا عَھْدَہٗ
اَمَّا بَعْدُ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ (۳۹:۱۰)

ترجمہ: جو لوگ حُسنِ عمل کرتے ہیں، ان کی یہ دنیا (حال کی زندگی) حسین بن جاتی ہے اور کے ساتھ ان کا مستقبل بھی روشن ہو جاتا ہے۔

محترم سامعین ذی وقار: آج ہمارے ملک میں رہنے والے مسلمان یا. پاکستانی پریشان نظر آتے ہیں ہر شخص ہر وقت غم زدہ رہتا ہے خندہ پیشانی سے نہیں ملا جاتا انسان تڑپ رہا ہے کوئی پرسان حال نہیں قرآن دنیا میں خوش رہنے کا کیا طریقہ سکھاتا ہے

مقصودِ زندگی:

دنیا اور آخرت کے ان معانی کو سامنے رکھئے اور پھر ان مقامات پر غور کیجئے جن میں قرآن نے صرف دنیا (حال) کے پیش پا افتادہ مفاد کو خزف ریزے اور آخرت (مستقبل) کے مفاد کو متاعِ حقیقی قرار دیا ہے. ساری بات واضح ہو جائے گی.

قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ ہر فرد یا قوم اپنے آپ ہی کو سامنے نہ رکھے. ایسا کرنے سے انسان، صرف اپنے ذاتی مفاد ہی کو مقصودِ زندگی سمجھ لیتا ہے. قرآن کہتا ہے کہ مقصودِ زندگی نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود ہے، کیونکہ اس سے انسانیت اپنے ارتقائی مدارج طے کرتی اپنے منتہیٰ کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے. وہ خود غرض انسانوں (یا اقوام) کو پیش پا افتادہ مفاد پر جھپٹ پڑنے والے قرار دیتا ہے اور اس مفاد کو متاعِ دُنیوی (قریبی مفاد) سے تعبیر کرتا ہے. ان کے برعکس، وہ انسان ہیں جو دنیا میں ایسا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جن میں پوری کی پوری انسانیت پروان چڑھے. وہ اسے مستقبل کی خوشحالی (آخرت) سے تعبیر کرتا ہے.

اب ظاہر ہے کہ قرآن کے نزدیک محض قریبی مفاد (دنیا) کے حصول کی جدّ و جُہد کبھی مستحسن قرار نہیں پا سکتی. اس کے نزدیک حقیقی سعی و طلب انسانیت کی خوشگواری کیلئے ہونی چاہیے، یعنی پوری کی پوری نوعِ انسانی کی خوشحالی، اپنی اور آنے والی نسلوں کی مرفہ الحالی؛ پوری کی پوری ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کی ترقّی. اس کے ساتھ ہی قرآن یہ بھی کہتا کہ یہ جو افراد اس طرح مفادِ خویش کے بجائے انسانیت کا مفادِ کُلّی سامنے رکھتے ہیں اور اس مفاد کے حصول کیلئے کسی مستقل قدر کو نہیں توڑتے، تمام اقتدار کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں، تو اس سے ان کی ذات کی اس طرح نشوونما ہوتی چلی جاتی ہے کہ وہ حیاتِ جاوید کے اہل ہو جاتے ہیں.

یوں ان کی دنیا (موجودہ زندگی) کی شادمانیوں کے ساتھ حیاتِ اُخروی (مرنے کے بعد کی زندگی) بھی طیّب اور خوشگوار بن جاتی ہے. جن گروہوں کا اوپر ذکر کیا ہے، قرآن ان کی زندگی اور اس کے مال کو نہایت واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے تا کہ حقیقت

نکھر کر سامنے آجائے۔ وہ کہتا ہے کہ جولوگ محض پیش پا اُفتادہ مفاد (حال کی بہبود) کی فکر کرتے ہیں، انہیں اپنی کوششوں کے نتائج فوراً مل جاتے ہیں، لیکن ان کا مستقبل میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

دوگروہ:

فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ (۲:۲۰۰) جولوگ اس نظریہ کے قا،

جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں قریبی مفاد ہی مل جانے چاہئیں (انہیں وہ مفاد مل جاتے ہیں) ان کا مستقبل (کی خوشحالیوں) میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس، جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا حال اور مستقبل دونوں روشن ہوں، انہیں اس کے مطابق حصے مل جاتے ہیں۔

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ○ (۲:۲۰۱) اور جو یہ چاہتے ہیں کہ خدا کا نشوونما دینے والا قانون ایسا کر دے کہ ان کا حال بھی مستحسن ہو جائے اور مستقبل بھی اور اس طرح کہ وہ (بدحالیوں اور نامرادیوں) کے انسانیت سوز عذاب سے بچ جائیں، تو انہیں ان کی کوششوں کے نتائج اسی طرح مل جائیں گے۔ اس لئے کہ (اللہ کا قانونِ مکافاتِ عمل) نتائج برآمد کرنے میں دیر نہیں لگاتا (جس وقت نتائج پختگی اختیار کر لیتے ہیں، ٹھیک اسی وقت ان کا ظہور ہو جاتا ہے)۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ جو قوم مستقبل کی خوشگواریوں اور مرفہ الحالیوں کے لیے جدّ وجُہد کرے، اس کا حال تاریک ہو۔ اس لئے کہ مستقبل کی خوشحالی کے لئے ابتدائی جدّ وجُہد کے بعد ایک ایسا دائرہ قائم ہو جاتا ہے جس میں حال اور مستقبل کے کنارے ملتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں کسان والی مثال میں جب وہ ابتدائی مشکلات پر قابو پا کر فصل تیار کر لیتا ہے، تو فصل کے گھر آنے کے ساتھ ہی اس کا حال خوشگوار ہو جاتا ہے اور پھر وہ اگلی فصل کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتا ہے اس جدّ و جُہد کا ماحصل پھر مستقبل کی مرفہ الحالیوں کی صورت میں سامنے آجاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح آگے بڑھتا رہتا ہے، یعنی حال اور مستقبل دونوں، روشن اور تابناک۔ اسی لیے فرمایا کہ: لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ (۳۹:۱۰) جولوگ حُسنِ عمل کرتے ہیں، ان کی یہ دنیا (حال کی زندگی) حسین بن جاتی ہے اور کے ساتھ ان کا مستقبل بھی روشن ہو جاتا ہے۔ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ (۱۰:۶۳-۶۴) جولوگ (زندگی کے اس صحیح نظریہ پر جو قرآن نے پیش کیا ہے) یقین رکھتے ہیں اور اپنی زندگی اس کے مطابق بسر کرتے ہیں، ان کے لئے حال کی زندگی اور مستقبل، دونوں

میں خوشگواریاں ہیں۔ یہ خدا کا ایسا محکم قانون ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوسکتی اور یہ بہت بڑی کامیابی اور کامرانی ہے۔

یہاں تک ہم نے دو گروہ دیکھ لئے۔ ایک وہ جو صرف اپنے حال کو دیکھنا چاہتا ہے اور دوسرا وہ جو مستقبل کی درخشندگی پر نگاہ رکھتا ہے قرآن کہتا ہے کہ اول الذکر گروہ کا حال (present) خوشگوار ہو جاتا ہے، لیکن مستقبل (future) میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوتا اور موخر الذکر کا حال اور مستقبل دونوں خوشگوار ہو جاتے ہیں۔ یہ خدا کا اٹل قانون ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ۔ وَ مَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا ۚ وَ مَنۡ یُّرِدۡ ثَوَابَ الۡاٰخِرَۃِ نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا (۳:۱۴۵) جو صرف حال کی خوشگواریاں چاہتا ہے، اسے یہ کچھ مل جاتا ہے، جو مستقبل کی تابنا کی کے لئے خواہاں ہوتا ہے، اسے وہ کچھ مل جاتا ہے۔ خدا کا قانون یہ نہیں کہ جو لوگ صرف حال کی خوشگواریاں چاہیں، وہ ان کی محنت کو بے کار کردیں۔ نہیں، ان کی محنت رائیگاں نہیں جاتی۔ جو صرف پیش پا اُفتادہ مفاد چاہتے ہیں، انہیں یہ مفاد مل جاتے ہیں اور جو مستقبل پر بھی نگاہ رکھتے ہیں، ان کی کوششیں اسی نہج سے بارآور ہوتی رہتی ہیں۔ دیکھئے سورہ بنی اسرائیل میں اس حقیقت کبریٰ کو کیسے بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے:

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعَاجِلَۃَ عَجَّلۡنَا لَہٗ فِیۡہَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِیۡدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَہٗ جَہَنَّمَ ۚ یَصۡلٰىہَا مَذۡمُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا (۱۷:۱۸) جو شخص یا قوم پیش پا اُفتادہ فوری فائدہ چاہتا ہے۔ تو ہم اپنے قانون کے مطابق اسے مفادِ عاجلہ فوری فائدہ دیتے ہیں لیکن مستقبل میں اس کیلئے ایسی زندگی ہوگی جس میں ساری صلاحیتیں جھلس جائیں گی اور اس کی نشوونما رک جائے گی اور اس کی زندگی میں وہ اپنے آپ کو بدحال اور ٹھکرایا ہوا پائے گا۔ یہ ایک گروہ ہوا اور دوسرا گروہ:

وَمَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَۃَ وَسَعٰى لَہَا سَعۡیَہَا وَہُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعۡیُہُمۡ مَّشۡکُوۡرًا (۱۷:۱۹) لیکن جو انسان یا قوم مستقبل کا طالب ہو اور اس کے لئے جیسی کوشش کرنا چاہئے، ویسی کرا ور وہ خدا کی مقرر کردہ مستقل اقدار پر ایمان رکھے تو ان کی یہ کوششیں پورا پورا پھل لائیں گی۔ یہ فطرت کا قانون ہے نہ اوّل الذکر گروہ کی کوششیں ضائع جاتی ہیں اور نہ ثانی الذکر کی۔

کُلًّا نُّمِدُّ ہٰۤؤُلَآءِ وَ ہٰۤؤُلَآءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّکَ ؕ وَ مَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحۡظُوۡرًا

(۱۷:۲۰) ہماری نشوونما دینے والی سہولتیں دونوں گروہوں کو آگے بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔ تیرے ربّ (کے قانونِ نشوونما) کی بخشش عام کسی پر بند نہیں ہوتی۔ ان کوششوں میں ہر قوم اپنی اپنی جدّ وجُہد کے مطابق آگے بڑھتی چلی جاتی ہے

اُنۡظُرۡ کَیۡفَ فَضَّلۡنَا بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ (۱۷:۲۱) تاریخی نظائر پر غور کرو اور دیکھو کہ ہمارا یہ قانون، معاشی کارگاہ میں کس طرح مختلف قوموں کو ایک دوسرے سے بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ لیکن آخر لامر ہوتا یہ ہے کہ صرف حال کی خوشگواریاں چاہنے والے مٹ جاتے ہیں اور مستقبل کی مرفہ الحالیوں کے طالب بلند مدراج حاصل کر لیتے ہیں۔ وَلَلۡاٰخِرَۃُ اَکۡبَرُ

دَرَجَاتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (۱۷:۲۱)۔ مستقبل کے درجات اور معاشی خوش حالیاں سب سے بڑھ کر ہیں اور مستقبل صرف اسی کے لئے ہوتا ہے جو معاشی زندگی کو وحی کے ابدی قوانین مستقل اقتدار کے تابع رکھے۔ لیکن جو قوم دنیا کے لئے کوئی الگ خدا تجویز کرلے (یعنی قریبی مفاد کے لئے اور قوانین وضع کرے) اور آخرت کے لئے اور قوانین سامنے رکھے، تو یہ وہ شرک ہے جس کا نتیجہ بدحالی اور درماندگی کے سوا کچھ نہیں۔

لَاتَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا (۱۷:۲۲) اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود (سرچشمہء قانون) نہ ٹھہراؤ ورنہ ایسے ہو رہو گے کہ ہر طرف سے نفرین کے مستحق اور ہر طرف سے درماندگی میں پڑے ہوئے۔ اس سے ایک تیسرا گروہ سامنے آگیا۔

تیسرا گروہ:

گروہ اوّل۔۔۔ وہ لوگ جو اپنے حال کی زندگی ہی کو زندگی سمجھتے ہیں، مستقبل پر نگاہ نہیں رکھتے۔ انہوں نے اپنے حال کی زندگی کی کامیابیوں کے لئے تدابیر وضع کر رکھی ہیں اور وہ ان تدابیر پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان سے، انہیں پیش پا اُفتادہ مفاد ہوتے جاتے ہیں۔ گروہ کو کفار کا گروہ کہہ لیجیے، یعنی جو مستقبل آخرت کا منکر ہے۔ گروہ ثانی۔۔۔ وہ گروہ ہے جو حال اور مستقبل (دنیا و آخرت) دونوں کو سامنے رکھتا ہے۔ اس کے لئے اس کے پاس ایک ضابطہ حیات ہے جو حال اور مستقبل (دنیا و آخرت) میں کوئی حدِ فاصل قائم نہیں کرتا۔ حال اور مستقبل دونوں روشن اور تابناک ہوتے ہیں (فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً)۔ اس گروہ کو قرآن مومنین کی جماعت کہتا ہے۔ ان کے پیش نظر تمام نوع انسانی کی ربوبیت ہوتی ہے جسے وہ قرآن کے متعین کردہ پروگرام کے مطابق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور تیسرا گروہ وہ ہے جو حال اور مستقبل (دنیا اور آخرت) کو دو الگ الگ دنیائیں قرار دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ کچھ کوششیں ایسی ہیں جو صرف دنیا کی کامیابی عطا کرتی ہیں اور کچھ ایسی جو عاقبت سنوارتی ہیں۔ اس کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ جس کی عاقبت سنور رہی ہو، اس کی دنیاوی زندگی بھی کامیاب ہو، بلکہ اس کے برعکس، وہ یہ سمجھتا ہے کہ آخرت اسی کی کامیاب ہوتی ہے جس کی دنیاوی زندگی نامراد و ناکام ہو۔ وہ انسان کی دنیاوی زندگی اور آخرت کی زندگی کو دو الگ الگ زندگیاں سمجھتا ہے جس کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یعنی اس کے نزدیک دنیاوی زندگی کی خوشحالیوں اور ناداریوں کیلئے کسی اور خدا کا قانون کارفرما ہے اور اُخروی کامیابیوں اور شادمانیوں کیلئے کسی اور کا۔ وہ ان دونو کیلئے قانون کا سرچشمہ ایک نہیں سمجھتا۔ وہ ہر دو دوَر میں الگ الگ خداؤں کا قانون رائج سمجھتا ہے قرآن کہتا ہے کہ اس قسم کا انسان جو دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر سفر کرتا ہے، ڈوب کر رہے گا۔ جو شخص درخت کی جڑ میں آگ لگائے اور پتوں پر پانی چھڑکے، اس کی کوششوں کا نتیجہ ظاہر ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ انسانی جسم کے ایک حصّے کا خون صالح

ہوسکتا ہے اور دوسرے حصّے کا خون فاسد۔اس کا ایمان ہے کہ پودے کی اوّلین کونپل مُرجھا کر خشک ہوتی ہے تو ہونے دیجئے، کچھ پروانہیں۔آخرالامر خوشے دانوں سے بھرے ملیں گے اس لئے کہ اس کے نزدیک کونپل کے لئے الگ قانون ہے اور ڈنٹھل اور خوشوں کیلئے الگ قانون۔قرآن کہتا ہے کہ جو شخص یا قوم حیاتِ کائنات سے متعلقہ قانونی وحدت (unity of law) کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔اسے کہہ دیجئے کہ اس کا حال بھی بدحال ہوگا اور مستقبل بھی تاریک۔غور کیجئے قرآن اس باب کس قدر اُبھرے ہوئے الفاظ میں اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے، جب وہ کہتا ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (۲:۸۵) کیا تم قانون کائنات کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟،، جو ایسا کرتا ہے:

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ (۲:۸۵) جو تم میں سے ایسا کرے گا، اس کا انجام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا کہ اس کیلئے دنیاوی زندگی میں بھی ذلّت و رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔وہ اس نہج زندگی کا نام "کفر بعد الاسلام (۹:۷۴)

قرار دیتا ہے اور ایسے لوگوں کے حال اور مستقبل دونوں کو تاریک بتاتا ہے۔عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۹:۷۴) اور واضح الفاظ میں بتاتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں ان کا کوئی پُرسانِ حال اور مددگار نہیں ہوتا وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۹:۷۴)..... تصریحات بالا سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آگئی کہ قرآ ن کی رو سے،ایک گروہ وہ ہے جس کی حال کی زندگی کامیابی اور کامرانی کی زندگی ہوتی ہے لیکن اس کا مستقبل تاریک ہوتا ہے ایک گروہ وہ ہے جس کا حال اور مستقبل دونوں روشن ہوتے ہیں۔تیسرا گروہ وہ ہے جس کا حال اور مستقبل دونوں تاریک ہوتے ہیں اس کے نزدیک ایسا گروہ کوئی نہیں ہوسکتا جس کا حال تو تاریک ہو اور مستقبل روشن۔وہ کہتا ہے کہ جس کا حال تاریک ہے، اس کا مستقبل بہرحال، تاریک ہوتا ہے

مَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (۱۷:۷۲) جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہوگا یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی کی دنیاوی زندگی ذلّت و خواری میں گزرے اور عاقبت سنور رہی ہو۔جو ایسا کہتا ہے وہ حال اور مستقبل کی نشوونما کے لئے الگ الگ خداؤں کا قانون بنانا چاہتا ہے۔یہ شرک ہے توحید نہیں،ایک خدا پر ایمان نہیں۔جماعتِ مومنین کی اس دنیا کی زندگی عزّت اور قوت،غلبہ وحکومت،سرفرازی وسربلندی کی زندگی ہوتی ہے اگر ان کی زندگی ایسی نہیں تو ان کی آخرت کی زندگی بھی خوشگواریوں کی زندگی نہیں ہوسکتی۔یہ تو ہوسکتا ہے کہ کسی قوم کو اس دنیا میں دولت اور حکومت حاصل ہو،لیکن اس کی آخرت کی

زندگی تباہ و برباد ہو لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی قوم کی دنیاوی زندگی ذلت وخواری کی زندگی ہو اور اس کی عاقبت درخشندہ و تابناک ہو حقیقت یہ ہے کہ

وہ کل کے غم وعیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج جگر سوز و خود افروز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

اس مقام پر اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ کسی قوم کا کسی وقت، محض ہنگامی طور پر، گر جانا اور بات ہے اور اس کا اس زوال اور انحطاط پر یہ کہہ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جانا اور بات، کہ کوئی بات نہیں اگر ہمیں دنیا میں عزت وحکومت حاصل نہیں تو نہ سہی، آخرت میں جنت کے حق دار تو ہمیں ہوں گے یہ ان کی بھول ہے

اس لئے ہمیں چاہیے کہ آج کے دور میں خوشیاں ں نہیں دے سکتے تو غم بھی نہ دیں کسی بھوکے کا پیٹ نہیں بھر سکتے کسی ننگے کو کپڑے نہیں پہنا سکتے کسی پیاسے کو پانی نہیں پلا سکتے کسی غریب مفلوک الحال کی مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ خندہ پیشانی سے لوگوں کو ملیں ایک مسکراہٹ لوگوں کو دیں خوشی سے ملیں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں تا کہ معاشرہ سے خوف اور پریشانی ختم ہو سکے۔ اللہ رب عزت عمل کی توفیق دیں

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جا رہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تا کہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وما علینا الا لبلوغ

دعائیں

اے رب العرش العظیم ہماری آنکھوں کی روشنی کو قرآنی الفاظ سے تیز فرما دے

اے رب العرش العظیم ہمارے کانوں میں اپنے دین کی مٹھاس بھر دے

اے رب العرش العظیم ہماری زبانوں کو اپنے نور کی مٹھاس سے بھر دے

اے رب العرش العظیم ہمارے دلوں کو اپنے نور سے منور فرما دے

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن صور پھونک دیا جائے گا

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائینگے

اے رب العرش العظیم اس دن کی رسوائی سے بچا جس دن ساری انسانیت آپکی عدالت میں جمع ہوگی

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن حساب کتاب کے بعد اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

اے رب العرش العظیم اس دن سے بچا جس دن چہرے سیا کر دیے جائینگے

اے رب العرش العظیم ہماری مدد فرما

اے رب العرش العظیم ہمیں سیدھا راستہ دکھا

فا نصر علی القوم الکافرین

فانصرعلی القوم الظالمین

فا نصر علی القوم المشر کین:

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جارہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تا کہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ: